یاد (Memory) رکھنے والے کان

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی سورۃ الحاقۃ کی آیت ۱۲ میں فرمایا

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ﴿١٢﴾

اس فرمان کا ترجمہ اور تفسیر یوں بیان ہوئی ہے:

ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی۔ تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف۔ قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔ سعودی عرب

[''تا کہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار بنا دیں اور (تا کہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں''۔ یعنی سننے والے، اسے سن کر یاد رکھیں اور وہ بھی اس سے عبرت پکڑیں]

ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ تفسیر مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

[''تمہارے لئے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو''۔ تفسیر: یعنی مومنین کو نجات دینے اور کافروں کو ہلاک فرمانے کو۔ کام کی باتوں کو تا کہ ان سے نفع اٹھائے]

ذات، ہستی وہ ہے جو سَمِيعًۢا بَصِيرًا ہو۔ ارشاد فرمایا إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﻩ ''یقیناً اللہ ہمیشہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے'' وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﻩ 'اور اللہ ہمیشہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے' (النساء ۵۸، ۱۳۴)۔ انسان بھی ذات اور ہستی کا مالک ہے فَجَعَلْنَٰهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ''اس لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا ہے'' (حوالہ الانسان ۔۲)

کیا شئے کا محض بصارت میں آ جانا علم ہے؟ وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ''اور (تمہارے رب نے) آدم کو تمام (چیزوں کے) ناموں (اسماء) کا علم دے دیا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ بعدازاں ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھا''۔ ''عَرَضَ'' کے معنی کسی چیز کا ظاہر ہو جانا، دکھائی دینا یا پیش کرنا ہیں۔

فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِى بِأَسْمَآءِ هَٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﻩ

''اور ان سے پوچھا'' ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنی بات میں) سچے ہو''۔

سچا وہ ہے جو مکمل علم کی بنیاد پر منہ سے بات نکالے۔ علم کیلئے شئے کا ظاہر ہونا اور اس کا ایک متعین اسم ہونا بنیادی ضرورت ہے

قَالُواْ سُبۡحَـٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَآ

''انہوں (فرشتوں) نے کہا'' تو پاک ہے! ہمیں علم نہیں سوائے اس کے جو آپ نے ہمیں بتایا ہے''

واضح ہوا کہ کسی بھی شئے کا محض بصارتوں میں ہونا علم نہیں ہے۔ علم یہ ہے کہ بصارتوں میں آنے والی شئے کا اسم معلوم ہو۔ بصارتوں میں آنے والی شئے، ظاہری علامت، نشانی یاداشت میں محفوظ صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے اگر اسے کوئی نام، اسم (code) دیا جائے اور سماعتوں کو سنایا جائے۔ اسم سماعت کیلئے ہے اور شئے کا ظاہر بصارت کیلئے۔ اسم نہیں تو شئے کا ظاہر ہونا اور نہ ہونا معنویت سے عاری ہو گا۔ اسم کے بغیر کسی شئے کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسم کے بغیر شئے، تصور، نظریہ موجود نہیں عدم ہے۔ اور وجود اور موجود کے بغیر کسی بھی اسم کی کوئی حقیقت نہیں کہ یہ علم نہیں بلکہ محض ''أَفۡوَٰهِهِمۡ'' ان لوگوں کے منہ کی باتیں ہیں۔ اور مکمل علم کے بغیر منہ سے نکالی گئی بات محض رائے ہے جو سچائی کے درجے پر فائز نہیں ہوتی۔

''تَذۡكِرَةً'' کا مادہ ''ذ ک ر'' اور اس کے معنی کسی چیز کو محفوظ کر لینا، کسی بات کو دل میں حاضر کر لینا ہیں۔ تذکرہ کسی بات کے ذکر کرنے، بیان کرنے، یاددھانی کو کہتے ہیں۔ علم وہی ہے جس کا تذکرہ کیا جا سکے، علم وہ ہے جسے سنایا جا سکے۔ اور سناتا وہ ہے جس نے دیکھا ہو۔ ارشاد فرمایا

أَلَمۡ نَجۡعَل لَّهُۥ عَيۡنَيۡنِ ﴿٨﴾ ''کیا ہم نے اس کیلئے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟

وَلِسَانٗا وَشَفَتَيۡنِ ﴿٩﴾ اور زبان اور دو ہونٹ

وَهَدَيۡنَـٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ ﴿١٠﴾ اور اسے دو راہیں دکھا نہیں دیں؟'' (البلد ۸۔۱۰)۔

علم وہ ہے جسے یاداشت (Memory) میں سے نکالا جا (Retrieve, decode) سکے تا کہ اسے زبان سے بیان کیا جائے لیکن یاد رہے انسان کی زبان اور ہونٹوں پر پابندی کوئی نہیں اس لئے اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر بول کو علم تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ توجہ ہٹانے اور غافل کر دینے والی بے مقصد، لغو، ظن و گمان کی باتیں بھی زبان اور ہونٹوں ہی سے ادا ہوتی ہیں۔

اور تذکرے کو سننے کیلئے أُذُنٌ یعنی کان ہیں۔ عربی زبان کے مادہ ''ا ذ ن'' کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے اور بہتر ادراک کیلئے قرآنِ مجید کی ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں یہ استعمال ہوا ہے يَجۡعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمۡ فِيٓ ءَاذَانِهِم ''اپنی انگلیاں اپنے

کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۹)۔ جَعَلُوٓاْ أَصَٰبِعَهُمۡ فِيٓ ءَاذَانِهِمۡ ''تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں'' (حوالہ نوح۔۷)۔کان سماعتوں کیلیئے ہیں۔کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے سے باہر کی آوازوں، بادلوں کی گھن گرج اور تذکرے کو سماعتوں تک پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی جاسکتی ہے فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ فَأۡذَنُواْ ''اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر سن لو' (حوالہ البقرۃ۔۲۷۹)۔اگر کسی بات کو کرنے کا کہنے کے بعد کہا جائے کہ اگر ایسا نہ کیا تو اس کا انجام، نتیجہ بھی سن لو تو سنانے کے اس انداز کو اطلاع دینا، دھمکی دینا، اعلان کرنا کہتے ہیں۔ وَلَأٓمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلۡأَنۡعَٰمِ ''اور وہ میرے حکم سے چوپایوں کے کان چیریں گے'' (حوالہ النساء۔۱۱۹) وَٱلۡعَيۡنَ بِٱلۡعَيۡنِ وَٱلۡأَنفَ بِٱلۡأَنفِ وَٱلۡأُذُنَ بِٱلۡأُذُنِ 'آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان'' (حوالہ المائدہ۔۴۵) وَفِيٓ ءَاذَانِهِمۡ وَقۡرٗاۚ ''اور ان کے کانوں میں گرانی ہے'' (حوالہ الانعام۔۲۵، الاسراء۔۴۶، الکہف۔۵۷)۔ وَفِيٓ ءَاذَانِنَا وَقۡرٞ ''اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے'' (حوالہ فصلت۔۵)۔کان سننے کی صلاحیت رکھتے اور پیدا کرتے ہیں وَلَهُمۡ ءَاذَانٞ لَّا يَسۡمَعُونَ بِهَآۚ ''ان کے کان ہیں مگر ان سے وہ سنتے نہیں'' (حوالہ الاعراف۔۱۷۹)۔کان کی شکل کی بنی ہوئی شئے کان نہیں بن جاتی اگر اس میں سماعت کی صلاحیت نہیں۔اصنام، بتوں کے متعلق پوچھا أَمۡ لَهُمۡ ءَاذَانٞ يَسۡمَعُونَ بِهَاۗ 'کیا ان کیلیئے وہ کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے ہوں؟'' (حوالہ الاعراف۔۱۹۵)

کیا اشیاء کے اسماء، تذکرے کا سماعتوں میں آنا علم ہے؟ سماعت کیا ہے؟ کیا کان کے پردے پر آواز کی لہروں کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والے ارتعاش کا نام سماعت ہے؟ چوپایوں کی حد تک شاید یہ صحیح ہو۔انسان کیلیئے سماعت کے یہ معنی و مفہوم نہیں۔

وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ قَالُواْ سَمِعۡنَا وَهُمۡ لَا يَسۡمَعُونَ ﴿٢١﴾

''(اے ایمان والو!) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں ''ہم نے سنا'' مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ سنتے نہیں''

سماعت اور سننا کسے کہتے ہیں؟ واضح فرمایا

إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَآبِّ عِندَ ٱللَّهِ ٱلصُّمُّ ٱلۡبُكۡمُ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡقِلُونَ ﴿٢٢﴾

''بیشک اللہ کے نزدیک برے جانور وہ لوگ ہیں جو دانستہ بہرے اور گونگے بن کر عقل استعمال نہیں کرتے''

وَلَوۡ عَلِمَ ٱللَّهُ فِيهِمۡ خَيۡرٗا لَّأَسۡمَعَهُمۡۖ

اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی (کی رمق) جانتا تو انہیں ضرور سنوا دیتا

وَلَوۡ أَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّواْ وَّهُم مُّعۡرِضُونَ٥

لیکن وہ انہیں سنوا بھی دیتا تو وہ کنارہ کرتے ہوئے منہ موڑ جاتے (کہ ان میں بھلائی کی رمق ہے ہی نہیں)'' (الانفال۔۲۱۔۲۳)

سماعت انسان کو صرف اس صورت میں فائدہ، علم پہنچا سکتی ہے اگر بات سماعت کے پردے سے ٹکرانے کی حد تک نہ ہو بلکہ بگوش ہوش سنی گئی ہو کہ دل و دماغ اسے جانچیں اور پرکھیں۔فرمایا

وَمِنۡهُم مَّن يَسۡتَمِعُونَ إِلَيۡكَۚ

'اور ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو (بظاہر کان لگا کر) آپ (ﷺ) کو سنتے ہیں''

أَفَأَنتَ تُسۡمِعُ ٱلصُّمَّ وَلَوۡ كَانُواْ لَا يَعۡقِلُونَ٥

'' کیا آپ (ﷺ) بہروں کو سنا سکتے ہیں اگر چہ وہ عقل سے کام نہ لیتے ہوں؟'' (یونس۔۴۲)

سماعت محض ایک صلاحیت ہے جسے عقل وفکر سے اگر یکجا نہ کیا جائے تو آواز کی موجودگی لہروں کے ارتعاش سے زیادہ قوت کی حامل نہیں ہوتی کہ انسان کی غفلت کے حصار کو توڑ سکے۔آواز کی لہروں کا ارتعاش بہرے انسان کے کانوں سے بھی ٹکراتا ہے لیکن چاہے کتنا ہی طاقتور شور ہو اسے متوجہ نہیں کر سکتا۔انسان لَا تَعۡلَمُونَ شَيۡـًٔا 'کسی شئے کا علم نہیں رکھتا'' کے مقام سے سماعتوں میں آنے والے اسماء، تذکرے اور نگاہوں میں آنے والی اشیاء، ظاہری علامتوں، نشانیوں (ان کیلئے عربی کا لفظ ءَايَةٍ ہے) معلومات کو یاداشت (Memory) میں محفوظ کرتے ہوئے زندگی کی ارتقائی منازل طے کرتا ہے۔

قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔کانوں کی ایک صلاحیت یہ بھی بتائی

لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ ﴿١٢﴾

''تا کہ اسے تمہارے لئے یاددہانی بنادیں اور محفوظ رکھیں محفوظ (یاد) رکھنے والے کان'' (الحاقة۔۱۲)

یہ اس سیلاب کے متعلق بتایا جا رہا ہے جس میں نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کر دیا گیا تھا اور نوح علیہ السلام اور ایمان لانے والوں کو ان کے ساتھ کشتی میں سوار کرا کے بچا لیا گیا تھا۔ تَعِيَهَآ اور وَٰعِيَةٌ کا مادہ ''و ع ی'' ہے اور اس کے معنی کسی چیز کو محفوظ کر لینا، جمع کر لینا، یاد، حفظ کر لینا ہیں۔ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ میں وَٰعِيَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث ہے اور وہ کان ہے۔ کان کی ایک صلاحیت، فعل یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ''محفوظ کر لیتا ہے'' عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ بات کو ہم کانوں سے سنتے ہیں اور اسے محفوظ ذہن کی

یاداشت میں کرتے ہیں۔ لیکن اس آیت مبارکہ میں بتایا یہ گیا ہے کہ کان کی ''اپنی یاداشت'' بھی ہوتی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے لوگوں کو قرآنِ مجید میں یہ بات چودہ سو سال قبل بتائی تھی۔ ''ایک امریکی ماہر نفسیات جارج سپرلنگ (George Sperling) کو یہ بات 1960 عیسوی میں معلوم ہوئی کہ کانوں کی اپنی یاداشت میں بات (ان کے اندازے کے مطابق) تین چار سیکنڈ تک محفوظ رہتی ہے اور اگر انسان اس پر توجہ نہ دے تو ضائع ہو جاتی ہے اور توجہ دے تو ذہن کی یاداشت (Working Memory) میں داخل ہو کر محفوظ ہو جاتی ہے'' (حوالہ انسائکلو پیڈیا اینکارٹا۔Memory)۔قرآنِ مجید کی دعوت عام ہے'' ہے کوئی نصیحت لینے والا''۔

قرآنِ مجید نے ہمیں اس دور کے انسان سے متعارف کرایا ہے جب دریا اور سمندر مسخر ہو کر اس کے قدموں تلے نہیں آئے تھے ابھی اس نے دریاؤں اور سمندروں میں سفر کرنا نہیں سیکھا تھا۔ دنیا میں بسنے والی قدیم قوم کے متعلق ہمیں یوں بتایا'' نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا'' (الشعراء۔۱۰۵)۔ اور پھر انہی میں سے ان کے بھائی نوح علیہ السلام کو رسول مبعوث فرمایا گیا (الشعراء۔۱۰۵) انہوں نے ہر طریقے اور انداز سے قوم کو سمجھانے کی کوشش کی (سورۃ نوح آیت ۵،۸)۔ لیکن اکثریت نے انہیں بھی جھٹلا دیا۔ اور انہوں نے کہا ''اے نوح (علیہ السلام)! آپ نے ہم سے جھگڑا کیا ہے اور ہم سے جھگڑے کو بہت بڑھایا ہے۔ اب اسے لے آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں'' (سورۃ ھود۔۳۲)۔ آخر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بتایا کہ ماسوائے ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اب کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ اور حکم دیا

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾

''اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا،

اور ظالموں کے بارے میں مجھے نہ بولنا کہ وہ غرق ہونے والے ہیں'' (ھود۔۳۷)

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

''سو ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا'' (حوالہ المومنون۔۲۷)

نوح علیہ السلام کی قوم کے صاحب حیثیت اور امراء کے رویئے کے متعلق بتایا:

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ

''اور وہ کشتی بناتے تھے، اور جب بھی ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے ان کی ہنسی اڑاتے'' (حوالہ ھود۔۳۸)

اور کشتی کے متعلق بتایا وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿١٣﴾

''اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں سے بنی (کشتی) پر سوار کر لیا'' (القمر۔۱۳)

دُسُرٍ جمع ہے دِسَار کی اور اس کے معنی کیل یا میخ کے ہیں۔ اصلی معنی سختی اور زور سے دھکا دینے کے ہیں۔ کیلوں کو زور سے ٹھونکنا۔ کیل ضروری نہیں کہ لوہے کے ہوں۔ کیل ٹھوس لکڑی کے بھی ہو سکتے ہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم پر آنے والا طوفان ایسا واقعہ تھا جو ساتویں صدی عیسوی میں مکۃ المکرّمہ میں بسنے والی قوم بنی اسماعیل (علیہ السلام) کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں کو کسی نہ کسی **(legend, folklore)** انداز میں معلوم تھا۔ یہ دریاؤں اور کسی بند کے ٹوٹنے کی بناء پر آیا ہوا سیلاب نہیں تھا۔ یہ طوفان تمام دنیا پر محیط نہیں تھا۔ یہ دنیا کے صرف اس مقام تک محدود تھا جہاں نوح علیہ السلام کی قوم بستی تھی اور اس کا مقصد بھی صرف انہیں عذاب دینا اور غرق کرنا تھا۔ انسانی تاریخ کا یہ ایک اہم سنگ میل تھا۔ اس وقت تک پانی، دریا اور سمندر مسخر ہو کر اس کے قدموں تلے نہیں آئے تھے اور اس نے پانی میں سفر کرنا نہیں سیکھا تھا۔ اللہ رب العزت کی جانب سے عطا کئے گئے علم کی بنیاد پر نوح علیہ السلام کشتی کے موجد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بنائی ہوئی یہی وہ کشتی تھی جس نے نوع انسان کیلئے دریاؤں اور سمندروں کو مسخر کر دیا:

إِنَّا لَمَّا طَغَا ٱلْمَآءُ حَمَلْنَـٰكُمْ فِى ٱلْجَارِيَةِ ۝١١ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ ۝١٢

''ہم نے، جب پانی سیلابی ہو گیا، تمہیں کشتی میں بہنے کیلئے سوار کرایا۔

تا کہ اسے تمہارے لئے یاددہانی بنا دیں اور محفوظ رکھیں محفوظ (یاد) رکھنے والے کان'' (الحاقۃ ۱۱۔۱۲)

اس کشتی میں تو نوح علیہ السلام اور ایمان لانے والے تھوڑے سے لوگ سوار ہوئے تھے لیکن (حَمَلْنَٰكُمْ) انسان کو اسی کے تذکرے سے ہمیشہ کیلئے بہتے ہوئے پانی پر سوار ہونے کا علم حاصل ہوا وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى ٱلْبَحْرِ بِأَمْرِهِۦ ۖ

(اللہ وہ ہے جس نے) ''اور تمہارے لئے کشتی کو پابند کیا کہ اس کے حکم کے تحت دریا اور سمندر میں چلے'' (حوالہ سورۃ ابراہیم۔۳۲)